انکاری ہے۔ بھارت سے اربوں ڈالر کی تجارت کرنے والے عرب مسلمان ممالک بھی (مثلاً متحدہ عرب امارات کا پچھلے ہی ماہ بھارت سے ۷۵ رارب ڈالر کا سرمایہ کاری معاہدہ) اس ضمن میں کم درجہ بے حس نہیں ہیں۔ اُمت مسلمہ کی تسبیح پڑھنے والے سب خاموش ہیں اور مہر بہ لب۔ ظلم اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ بھارت کے اندر انسانی حقوق کی پاس داری کرنے والوں میں سے ایک نمایاں دانش ور، امیت سین گپتا نے اپنے حالیہ مضمون میں لکھا ہے:

> بھارت نے نہایت ہی وحشت سے مقبوضہ کشمیر کی مزاحمتی آوازوں کو دبانے کی کوشش کی ہے، اور اب بھارتی بے حسی کا عالم یہ ہے کہ بھارتی مکالمے سے کشمیریوں کے مسائل و مصائب کا ذکر ہی دانستہ غائب کر دیا گیا ہے۔

کیا ایسا ہوگا کہ افضل گورو کے پھانسی لگنے کے بعد بھارتی حکومت مقبوضہ کشمیر کے باقی نوجوانوں سے صرفِ نظر کر لے گی؟

نظر تو یہی آرہا ہے کہ بھارتی ستم گر، کشمیری نوجوانوں کو مختلف الزامات کے تحت موت کی سزائیں دیتے رہیں گے۔ یہ سلسلہ رُکنے اور تھمنے کا نام نہیں لے رہا۔ بھارت دنیا میں کسی کی بھی پروا کیے بغیر حُریت پسند کشمیریوں کی گردن توڑ دینا چاہتا ہے۔ بھارتی استبداد کی ایک نئی مثال بھی سامنے آگئی ہے۔ کشمیریوں پر ظلم و جور کا یہ سانحہ سری نگر سے ڈیڑھ ہزار کلومیٹر دُور مغربی بنگال کے مرکز، کلکتہ میں پیش آیا ہے۔ ایک ۲۲ سالہ کشمیری معصوم نوجوان، مظفر احمد راتھر کو کلکتہ کے جج بی کے پاٹھک نے چند دن پہلے ہی سزاے موت سنائی ہے۔ مظفر راتھر کا تعلق مقبوضہ کشمیر کے علاقے کلگام سے ہے۔ وہ ایک غریب خاندان کا بیٹا ہے۔ جج نے یہ کہتے ہوئے راتھر کو پھانسی کا حکم سنایا ہے: ''وہ بھارت کی سلامتی کے منافی سرگرمیوں میں ملوث پایا گیا''۔ حالاں کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

مظفر احمد راتھر کے بھائی، ریاض احمد راتھر کا بیان ہے:

> مظفر ۱۰ سال کا تھا کہ ۲۰۰۲ء میں ایک روز وہ سکول سے آتا ہوا غائب ہوگیا۔ اُس کی گمشدگی اور اغوا کی رپورٹ درج کروا دی گئی تھی، لیکن پھر برسوں اُس کا کوئی اَتا پتا معلوم نہ ہوسکا۔ پانچ سال بعد ۲۰۰۷ء میں ہمارے گاؤں کے نمبردار نے میرے والد،

عبدالمجید راتھر کو بتایا کہ پولیس آئی تھی اور بتارہی تھی کہ مظفر راتھر زندہ ہے، مغربی بنگال سے دہشت گردی کرتے ہوئے گرفتار ہوا ہے اور اب کلکتہ جیل میں ہے۔ یہ سن کر ہمارے تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ مظفر جب غائب ہوا تھا، ۱۰ سال کا تھا۔ ۱۰ سالہ بچہ بھلا کیا اور کیسی دہشت گردی کرسکتا ہے؟ اب، جب کہ وہ ۲۲ برس کا ہو چکا ہے، اور گذشتہ ۱۲ برسوں سے جیلوں کی سختیاں اور تشدد بھی مسلسل سہتا آرہا ہے، اچانک اُسے سزاے موت سنادی گئی ہے۔

مقبوضہ کشمیر میں اب یہ کہانیاں زبان زدِ خاص و عام ہیں کہ بھارتی خفیہ ایجنسیاں مقبوضہ کشمیر کے کم سن لڑکوں کو اغوا کرتی ہیں، اُنھیں برسوں غائب رکھا جاتا ہے، اور ایک روز ان پر قتل، ڈاکے اور دہشت گردی کے مقدمات ڈال کر انھیں ذرائع ابلاغ کے سامنے لایا جاتا ہے۔ پھر بھارتی میڈیا میں اُن کے (ناکردہ) گناہوں کی خوب تشہیر کی جاتی ہے اور آخرکار یہ خبر بھی آجاتی ہے کہ فلاں کشمیری نوجوان کو عمرقید یا سزاے موت سنادی گئی ہے۔ کلگام کے مظفر راتھر کے ساتھ بھی یہی اندوہناک کھیل کھیلا گیا ہے۔

ممتاز اور بزرگ کشمیری رہنما سیّد علی شاہ گیلانی نے کہا ہے کہ: بے گناہ مظفر راتھر کو سزاے موت سنا کر بہت بڑا ظلم کیا گیا ہے۔ چنانچہ ۳ فروری ۲۰۱۷ء کو حُریت قائدین کی متحدہ قیادت میں پورے مقبوضہ کشمیر میں مظفر احمد راتھر کو سنائی جانے والی سزاے موت کے خلاف زبردست احتجاج کیا گیا۔ ایسے احتجاج تو بے گناہ افضل گورو کو سنائی جان والی سزاے موت کے خلاف بھی بہت ہوئے تھے، لیکن بھارت افضل گورو کو پھانسی دینے سے باز نہ آیا۔ تو کیا مظفر راتھر کی شکل میں ایک اور افضل گورو کی شہادت کا خوں رنگ منظر اُبھرنے والا ہے؟ ابھی تو بھارتی فوجیوں کے ہاتھوں کشمیری بُرہان مظفر وانی کی شہادت کا دُکھ نہیں بھولا تھا کہ اب مظفر راتھر کی غم ناک داستان سامنے آگئی ہے۔ میرے اللہ، تو کشمیری بھائیوں پر رحم فرما!

حزبِ اسلامی اور افغان حکومت معاہدہ

ڈاکٹر محمد اقبال خلیل ○

ایک طرف ۲۳ ستمبر ۲۰۱۶ء کو افغان حکومت اور حزب اسلامی کے درمیان طے پائے جانے والے معاہدے پر عمل درآمد کا آغاز ہوا، تو دوسری طرف پاکستان میں فروری کے دوران پانچ دن میں دہشت گردی کے آٹھ واقعات نے غم واندوہ کی فضا طاری کردی۔ یوں افغانستان سے آنے والے دہشت گردوں کی نشان دہی سے پاک افغان تعلقات میں ایک بار پھر کشیدگی پیدا ہوگئی۔ چوں کہ حزبِ اسلامی (حکمت یار) اور کابل حکومت کے درمیان امن معاہدہ ایک مثبت پیش رفت ہے، جس کی تمام امن پسند قوتوں اور پاکستان اور افغانستان کے بہی خواہوں نے تعریف کی ہے۔ اس لیے بجاطور پر یہ اُمید ہو چلی تھی کہ شاید اسی طرح افغانستان کے ایک اہم اور بنیادی فریق افغان طالبان کے ساتھ بھی مثبت مذاکرات کا سلسلہ شروع ہوسکے گا۔ لیکن عین اسی وقت پاکستان میں خوں ریزی کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوگیا، جس کے بارے میں یقینی شواہد موجود ہیں کہ اس کو افغانستان میں موجود 'پاکستانی طالبان' کی قیادت کنٹرول کر رہی ہے۔ غالباً یہ پہلی بار ہوا ہے کہ پاکستانی فوج نے افغانستان کے صوبے کنڑ میں مخصوص ٹھکانوں پر گولہ باری کی ہے، جس سے ایک بار پھر سرحدوں پر جنگی صورت حال پیدا ہوگئی ہے۔

اس افسوس ناک فضا میں مثبت خبر یہ ہے کہ گذشتہ سال افغان صدر ڈاکٹر اشرف غنی کی قیادت میں افغان حکومت اور گلبدین حکمت یار کی قیادت میں حزب اسلامی افغانستان کے درمیان طے پائے جانے والے معاہدے پر عمل درآمد شروع ہوگیا ہے اور ایک بڑی پیش رفت کے طور پر حکمت یار اور ان کی پارٹی کا نام اقوام متحدہ کی جانب سے جاری کردہ بلیک لسٹ سے نکال دیا گیا۔

○ ممبر بورڈ آف ڈائریکٹرز انسٹی ٹیوٹ آف ریجنل سٹڈیز، پشاور

چھے سال کے طویل مذاکراتی عمل کے بعد طے پانے والا یہ معاہدہ ۲۵ نکات پر مشتمل ہے۔ مبصرین اس امن معاہدے کو افغان حکومت کی ایک بڑی کامیابی قرار دے رہے ہیں۔ افغانستان کئی عشروں سے جنگ کا شکار ہے۔ ۱۹۷۳ء میں ظاہر شاہ کی بادشاہت کے خاتمے اور سردار داؤد کی حکومت کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد سے افغانستان میں جنگ و جدل کا دور شروع ہوا۔ ۱۹۷۸ء کے اوائل میں کمیونسٹوں کی باہمی جنگِ اقتدار نے افغانستان کو خونیں دلدل میں پھنسا دیا۔ تب اشتراکی روسی وزیر خارجہ نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں اعلان کیا تھا کہ: ''کمیونسٹ نظام افغانستان کے لیے ناگزیر ہے کوئی اس کو نہیں بدل سکتا''۔ لیکن پھر دنیا نے ان کمیونسٹ افواج کی رخصتی کا منظر بھی دیکھا۔ افغان مجاہدین کی قربانیوں سے کمیونسٹ نظام زمین بوس ہوا۔ مشرقی یورپ اشتراکی روسی سلطنت کی گرفت سے آزاد ہوا، دیوارِ برلن ٹوٹ گئی، جرمنی یک جا ہو گیا، لیکن اس کا ثمر خود افغانستان کو نہ مل سکا اور ان کے باہمی اختلافات نے افغانستان میں تباہی و بربادی کا سلسلہ جاری رکھا۔

پھر طالبان کی آمد سے وقتی طور پر ملک میں امن قائم ہوا۔ لیکن نائن الیون کے افسوس ناک واقعے کے بعد افغانستان کے لیے ایک اور تباہی و بربادی کا سامان تیار ہوا، اور وحشیانہ امریکی بم باری نے افغانستان کے طول وعرض میں بربادی مسلط کر دی۔ افغانستان کے چپے چپے پر افغان طالبان نے مزاحمت جاری رکھی، جب کہ بعض مقامات پر حزب اسلامی کے حُریت پسند بھی نبرد آزما تھے۔ ان کے برعکس ایک خطرناک تنظیم داعش نے حال ہی میں افغانستان میں قدم جمانے شروع کیے، جس سے افغانستان کا مستقبل مخدوش ہوتا نظر آ رہا تھا۔ اس تناظر میں کابل حکومت اور حزبِ اسلامی کا معاہدہ خوش گوار ہوا کے جھونکے کی مانند ہے، جس پر افغان عوام نے بجا طور پر خوشی کا اظہار کیا۔

ڈاکٹر اشرف غنی کی حکومت بھی مختلف الخیال افراد اور گروہوں پر مشتمل ہے۔ اس میں: سابقہ کمیونسٹ، خلقی، پرچمی، شعلی، ملتی، پختون قوم پرست، تاجک، ازبک، ہزارہ، سبھی شامل ہیں۔ ان سب نے اس معاہدے کا خیر مقدم اور اس کی حمایت کا اعلان کیا ہے۔

ڈاکٹر اشرف کے اتحادی ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ نے واشگاف الفاظ میں اعلان کیا کہ: ''میں چاہتا ہوں کہ یہ معاہدہ کامیاب ہو۔ افغانستان میں امن قائم کرنا اور عوام کو ترقی و سلامتی سے ہم کنار کرنا اس کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ ہم طالبان کے ساتھ بھی مذاکرات اور امن معاہدہ چاہتے ہیں''۔